خطبہ جمعہ برائے 17 مئی 2019ء

زکوٰۃ

مال و دولت کا حقیقی مالک اللہ جل شانہ ہیں، انسان تو صرف اس مال کا محافظ اور خزانچی ہے، وہ مالک کی اجازت اور حکم سے اس مال میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے؛ اسی لیے اللہ جل شانہ نے غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں میں مال کو خرچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

{یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْہُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْہِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْہِ ط وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ} (۱)

(اے ایمان والو! خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے زمین سے اور قصد نہ کرو گندی چیز کا، اس میں سے کہ اس کو خرچ کرو، حالاں کہ تم اس کو کبھی نہ لوگے، مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ اور جان لو کہ اللہ بے پرواہے، خوبیوں والا۔)

اسلام کے بنیادی ارکان میں نماز کے بعد مال کی زکوٰۃ دینا ہے، اس سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں، زکوٰۃ نکالنے سے مال گھٹتا نہیں ہے؛ بلکہ اللہ مال میں برکت بھی دیتا ہے اور ثواب بھی عطا کرتا ہے؛ اس لیے شریعت کے مطابق زکوٰۃ وصدقات دینے میں مال کے کم ہونے، یا فقر میں مبتلا ہونے کا خوف واندیشہ نہیں کرنا چاہیے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی اپنے مال (اور اللہ تعالیٰ صرف پاک مال ہی پسند کرتا ہے) سے کچھ صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور اگر وہ کھجور ہوتا ہے تو اللہ تعالی کے ہاتھ میں بڑھتا رہتا ہے اور اتنا بڑھ جاتا ہے کہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے، یا بکری کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔(۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

''ایک آدمی کھلے میدان میں جارہا تھا کہ اس نے بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سینچ دو، چنانچہ بادل اپنی جگہ سے ہٹا اور سب پانی ایک قطعہ اراضی میں انڈیل آیا، وہاں ایک تالاب یا گہرائی تھی، جہاں سارا پانی بھر گیا، اس نے اس پانی کی طرف چلنا شروع کیا تو دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہوا، اس پانی سے اپنے کھیت سینچ رہا ہے، اس نے پوچھا کہ اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے، اس نے وہی نام بتایا، جو اس نے بادل سے سنا تھا، اس نے پوچھا کہ اللہ کے بندے! تم نے ہمارا نام کیوں پوچھا؟ اس نے کہا کہ میں نے اس بادل سے جس کا یہ پانی ہے، اس نام کے ساتھ ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سینچ آؤ، اب تم مجھے بتاؤ کہ اس کھیت میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ جبکہ تم پوچھ ہی رہے ہو تو سنو، میں اس کی پیداوار کا ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک تہائی سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہوں اور ایک تہائی دوبارہ اسی میں لگا دیتا ہوں''۔(۲)

اللہ جل شانہ نے زکوٰۃ وصدقات نکالنے میں اپنے فضل ومغفرت کا وعدہ کیا ہے، فضل ومال میں اضافہ کو کہتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں دنیا اور آخرت دونوں جگہ اس مال میں اور اس کے ثواب میں اضافہ کی بشارت دی گئی ہے اور جس طرح مال میں اضافہ مطلوب ہے، اسی طرح؛ بلکہ اس سے بڑھ کر انسان کو اپنی مغفرت اور بخشش کی ضرورت ہے؛ اس لیے صدقہ وزکوٰۃ دے کر اپنی مغفرت وبخشش کا سامان کرنا چاہیے اور شیطانی وساوس میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ} (۲)

(شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگ دستی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا

ہے، سب کچھ جانتا ہے۔)

صدقہ وزکوٰۃ اللہ کی رضا کے لیے غربا ومساکین کو اس طرح دیا جائے، جس میں انسانی ہمدردی ہو اور دینے کے بعد صدقہ لینے والے پر اپنے احسان اور بڑائی کا خیال دل میں نہ آنے دے، نہ لینے والے کے سامنے کسی طرح کا احسان ظاہر کرے؛ ورنہ اس سے صدقہ وزکوٰۃ کا ثواب دنیا وآخرت دونوں جگہ برباد ہوجائے گا۔

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ} (۱)

(اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر، اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال، لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔)

بلکہ فقرا اور مساکین کا اپنے مال میں حق سمجھ کر ان کو دینا چاہیے؛ اس لیے مالداروں کے اوپر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ناداروں کو خود تلاش کر کے ان کا حق ان کو دیں۔

زکوٰۃ لینے والے افراد خاص طور پر آٹھ قسم کے ہیں، جو اپنی ناداری کی وجہ سے مال کے محتاج ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ} (۲)

(یہ صدقات تو دراصل ! (۱) فقیروں (۳) اور مسکینوں (۳) اور صدقات کے وصولی پر مامور افراد (۴) اور مؤلفہ قلوب کے لیے ہے (۵) اور (غلاموں کو) آزاد کرنے میں مدد کرنے (۶) اور قرض داروں کو (۷) اور راہ خدا میں (۸) اور مسافروں کے لیے ہے، یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا و بینا ہے۔)

لہٰذا زکوٰۃ یا صدقات واجبہ نہ تو کسی مالدار کو دیا جاسکتا ہے اور نہ ایسے مانگنے والے کو جو بظاہر طاقتور اور مضبوط ہے اور وہ نادار نہیں ہے، نہ ہی مسافر ہے، یا مذکورہ آٹھ اقسام میں سے نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"لا تحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي"۔ (۱)

(صدقہ مالدار اور طاقتور کمانے والے کے لیے جائز نہیں ہے۔)

زکوٰۃ بنیادی طور پر صاحب نصاب کے اوپر فرض ہے اور اس کی تقسیم اجتماعی نظام کے تحت ہونی چاہئے؛ اس لیے مسلمانوں کو اپنی زکوٰۃ نکال کر غریبوں تک پہنچانا اور اجتماعی طور پر بیت المال کے ذریعہ زکوٰۃ تقسیم کرنی چاہیے؛ تاکہ ناداروں کی صحیح طور پر کفالت ہوسکے اور شریعت نے جو اجتماعیت کا حکم دیا ہے، اس کی بھی تعمیل ہوجائے؛ کیوں کہ جس طرح نماز باجماعت کی تاکید ہے، اسی طرح زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کا بھی حکم ہے، زکوٰۃ نکالنے والوں کو پابندی کے ساتھ نہ صرف یہ کہ زکوٰۃ دینی چاہیے؛ بلکہ زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کی بھی فکر کرنی چاہئے اور ایسا ماحول بنانا چاہئے، جس سے نہ صرف مقامی ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہو؛ بلکہ مدارس، یتیم خانے، وقتی حادثات میں راحت رسانی کے کام، مریضوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی بھی امداد ہوسکے اور کوشش اس بات کی ہو کہ جو لوگ اپنی حاجت کے لیے مانگتے پھرتے ہیں، اگر وہ واقعی ضرورت مند ہیں تو ان کی مقامی سطح پر مدد کرنی چاہئے؛ تاکہ وہ دوسری جگہ اپنی حاجت کے لیے مانگتے پھرتے نظر نہ آئیں۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو زکوٰۃ کے بارے میں بہت غفلت برتتے ہیں اور مال سے غیر معمولی محبت اور بخل میں مبتلا ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے اس لیے کہ ایک دن آئے گا کہ ان کے مال اور سونا چاندی جہنم کی آگ میں دہکائے جائیں گے اور اس سے ان لوگوں کی پیشانی، پیٹھ اور پہلو کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی وہ خزانہ ہے، جسے تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ○ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ} (۱)

(دردناک سزا کی خوش خبری دو ان لوگوں کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا، یہ ہے وہ خزانہ، جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، سو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔)

مطلب یہ کہ جو لوگ مال و دولت پر سانپ بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور ناداروں پر خرچ نہیں کرتے، یہی مال قیامت کے دن ان کے لیے عذاب بنے گا اور اسی مال کے ذریعہ انہیں داغا جائے گا۔

سونے، چاندی، روپے، پیسے اور مال تجارت کی زکوۃ سال گذرنے پر فرض ہوتی ہے، جس کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہے، یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے بقدر مالیت موجود ہو اور اس پر سال گذر جائے تو زکوۃ فرض ہوگی، اس کی ادائیگی کے لیے دن ورات کی کوئی قید نہیں ہے، جب چاہے ادا کردے، یہ چالیسواں حصہ؛ یعنی ڈھائی فیصد نکالنا واجب ہوتا ہے، زکوۃ کی ادائیگی شریعت کے مطابق ہو اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

زکوۃ ہی کی طرح کھیت کے غلہ پر عُشر ہے؛ یعنی ایسی کھیت کے غلوں میں جو آسمانی بارش سے سیراب ہوتی ہے، ان میں دسواں حصہ اور جو نجی، یا سرکاری پانی سے سیراب ہوتی ہیں، ان کے غلوں کا بیسواں حصہ غریبوں کے لیے نکالنا فرض ہے، اسی طرح تجارتی مویشیوں میں بھی، چاہے وہ پالے جاتے ہوں، یا خرید وفروخت کیے جاتے ہوں، زکوۃ نکالنا ضروری ہے، کھیتوں کے غلہ میں تو ہر فصل میں زکوۃ ادا کی جائے گی؛ البتہ زکوۃ جو تجارت یا سونے چاندی وروپے میں فرض ہوتی ہے، وہ پورے سال کے گذر جانے پر ایک بار واجب ہوتی ہے۔

زکوۃ اور عشر ہی کی طرح صدقۃ الفطر نکالنا بھی صاحب نصاب پر واجب ہے، اس کا وجوب رمضان کے ختم ہونے کے بعد عید کی صبح میں ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ صدقہ فطر عیدگاہ جانے سے قبل ادا کیا جائے، پھر عیدگاہ، یا مسجد جایا جائے؛ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ فرمان جاری کیا جاتا تھا کہ!

"کان یأمر باخراج الزکوۃ قبل الغدو للصلاۃ یوم الفطر"۔ (۱)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی نماز سے پہلے صدقۃ الفطر نکالنے کا حکم دیتے تھے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا کہ عیدگاہ، یا مسجد میں عید الفطر کی نماز کے لیے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرتے، پھر جاتے اور یہ مستحب ہے۔ دنیا میں ہمیشہ انسانوں کی ایک قسم ایسی رہی ہے، جو غربت وفقر کی شکار ہو کر دانے دانے کو محتاج رہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربانی ہدایت سے اس ناہمواری کو دور کیا اور صحابہ کرام کا مزاج ایسا بنایا کہ دنیا اور دولت کی محبت ان کے دل سے نکل گئی اور وہ غریبوں ومحتاجوں میں بے دریغ مال خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ (امین)

ہر ہفتہ براہ راست خطبہ جمعہ حاصل کرنے اور اہم اصلاحی موضوعات اور بورڈ کی اہم شخصیات پر گرانقدر مضامین حاصل کرنے کے لئے اپنا نام اور پتہ درج نمبر پر بذریعہ وہاٹس ایپ ارسال کریں۔

+919834397200